مومنوں میں رُوحِ مسابقت کا پایا جانا ضروری ہے اور سب سے زیادہ اس طرف ربوہ کے احباب کو متوجہ ہونا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍ مارچ ۱۹۶۸ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁❁❁

☆ نفوس اور اموال میں برکت انعام کے علاوہ امتحان اور آزمائش بھی ہوتی ہے۔

☆ قرآن کریم کا نزول انسان کی جسمانی اور روحانی ترقیوں کیلئے ہے۔

☆ اہل ربوہ کو نیکیوں میں سب سے آگے نکلنا چاہئے اُن کیلئے مواقع بھی زیادہ ہیں۔

☆ اہل ربوہ اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بھی توجہ کریں۔

☆ ہمارے دفاتر کے کارکنان کو دوسروں کیلئے نمونہ بننا چاہئے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِیۡنَ o نُسَارِعُ لَھُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ o اِنَّ الَّذِیۡنَ ھُمۡ مِّنۡ خَشۡیَۃِ رَبِّھِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ o وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّھِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ o وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ بِرَبِّھِمۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ o وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَآ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُھُمۡ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمۡ اِلٰی رَبِّھِمۡ رٰجِعُوۡنَ o اُولٰٓئِکَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَھُمۡ لَھَا سٰبِقُوۡنَ۔ (المومنون:۵۶تا۶۲)

اور پھر فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المومنون کی ان آیات میں فرماتا ہے کہ ہم دنیا میں بہت سے لوگوں کو بڑا مال دیتے ہیں اولاد میں کثرت بخشتے ہیں اور جتھہ ان کو دیتے ہیں۔ اس طرح پر ہم ان کی بڑی مدد کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں اگر وہ یہ سمجھیں کہ انہوں نے بہت سی نیکیاں کی ہیں اور یہ ان کی جزا ہے تو ان کی سمجھ کا قصور ہے ایسا نہیں ہے۔

دنیا میں مال کا ملنا یا اولاد میں برکت کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ہمیشہ ہی (اگر پورے کا پورا امتحان نہ ہو) ایک پہلو امتحان کا اور ایک پہلو جزا کا اپنے اندر رکھتا ہے جہاں صرف امتحان کا پہلو مدنظر ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق یہ فرماتا ہے اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ (التغابن:۱۶) جو اموال اور اولاد میں نے تم کو دی ہے وہ تمہارے لئے ایک امتحان اور آزمائش ہے اگر تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو میرا انعام پاؤ گے اور اگر اس امتحان میں ناکام رہے تو میرا غضب تم پر بھڑکے گا۔

مومنوں کو جو اموال دیئے جاتے ہیں اور ان کے نفوس میں جو برکت ڈالی جاتی ہے اس میں بھی صرف انعام کا پہلو نہیں ہوتا بلکہ ایک طرف انعام ہوتا ہے تو دوسری طرف امتحان بھی ہوتا ہے نبی اکرم ﷺ کے صحابہؓ کو ایک وقت میں بڑے ہی اموال عطا ہوئے تھے ایک ایک دن بعض دفعہ ان میں

سے بہتوں کو لاکھ لاکھ یا اس سے بھی زیادہ رقوم مل جاتی تھیں مال غنیمت میں سے، مگر وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ایک انعام کی شکل میں نہیں بلکہ اس میں ہمارے لئے امتحان اور ہماری آزمائش بھی مدنظر ہے اگر وہ اس کو محض انعام سمجھتے تو دوسروں کو اس میں حصہ دار نہ بناتے اگر وہ یہ سمجھتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محض رضا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا میں سے کسی اور کو حصہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن وہ یہ جانتے تھے کہ جہاں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے ایک طرف دوسری طرف اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے ہمارا امتحان بھی لینا چاہتا ہے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض دفعہ جس دن انہیں لاکھ لاکھ کی رقم ملتی تھی اسی دن وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسے خرچ بھی کر دیتے تھے تا کہ اس کی طرف سے زیادہ انعام انہیں ملے اور اس امتحان میں وہ کامیاب قرار دیئے جائیں۔

تو اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرماتا ہے کہ مال یا اولاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا آنا اس بات کی علامت نہیں ہے نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ کہ ہم ان کو نیکیوں میں جلد جلد بڑھا رہے ہیں اور ان کے او پر یہ محض انعام کے طور پر فضل ہو رہا ہے کہ ان کے مالوں میں بھی برکت ڈالی جا رہی ہے اور ان کی اولاد میں بھی برکت ڈالی جا رہی ہے وہ سمجھے نہیں اور اس طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ وہ جو يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق جو سورۃ آل عمران میں ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (ال عمران:۱۳۴) اور وہ جن میں مسابقت کی روح پائی جاتی ہے۔ ان میں چار علامتیں پائی جاتی ہیں۔

اوّل یہ کہ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ وہ خَشيةُ الله سے لرزاں رہتے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (الاحزاب:۴۰) کہ وہ اپنے دل کی اس کیفیت میں کسی اور کو اللہ کے سوا شریک نہیں بناتے۔ یعنی خشیتہ اللّٰہ ہے اور صرف اللہ کی خشیت ہے کسی اور کی خشیت کو اس میں ملونی نہیں ہے یہاں اللہ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنیادی اور اصولی صفات میں سے صفت ربّ کو منتخب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اپنے ربّ کی خَشْيَة سے لرزاں رہتے ہیں۔ خَشْيَة کے معنی ایسے خوف کے ہیں کہ جس سے خوف پیدا ہو اس کی ذات اور صفات کا علم بھی ہو اور وہ ذات ایسی ہو کہ جب اس کا علم انسان کو حاصل ہو جائے تو اس کی عظمت بھی دل میں پیدا ہوا تو خَشْيَة کے معنی یہ ہوئے کہ ایسا انسان

اپنے ربّ سے یہ جانتے ہوئے کہ وہ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے اور ربوبیت کی انتہائی اور آخری ذمہ داری اسی پر ہے۔ مُشَابِہ بِرَبّ شاید اس دنیا میں بھی ملیں لیکن اللہ کے علاوہ جو بھی درجہ بدرجہ جسمانی یا روحانی ارتقا کا باعث بنتے ہیں وہ اسی کے اذن اور اسی کی توفیق سے ایسا بنتے ہیں۔ حقیقی طور پر اب وہی واحد یگانہ ہے پس جن لوگوں میں اس معنی میں ربّ کی خشیت پائی جاتی ہو اور هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ وہ سمجھتے ہوں کہ قرآن عظیم کا نزول انسان کی جسمانی اور روحانی ترقیوں کے لئے ہے۔ آیات سے یہاں مراد ایک تو قرآن کریم ہے اور دوسرے وہ تمام آسمانی تائیدات ہیں جو قرآن کریم کی آیات کے ظل کے طور پر اس دنیا میں ہمیشہ نازل ہوتی ہیں اور نازل ہوتی رہیں گی۔ تو جو لوگ اپنے ربّ کی خشیت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور اس سے لرزاں اور ترساں رہتے ہیں اور وہ جو قرآن کریم پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کریم کے فیوض کو جاری یقین کرتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے ابدی فیوض پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس طرح پر شرک کے ہر پہلو سے محفوظ ہو گئے ہیں بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ خفیہ یا ظاہری شرک بڑا یا چھوٹا شرک کوئی بھی ان کے قریب پھٹکنے نہیں پاتا اور وہ لوگ جن کے دل اس بات سے وَجِلَةٌ خوف زدہ رہتے ہیں کہ ہم اپنی سمجھ کے مطابق اعمال صالحہ بجا تو لائے ہم نے صدقہ وخیرات بھی دیا دوسری نیکیاں کرنے کی بھی کوشش کی مگر ہم نہیں جانتے کہ یہ ہمارے ربّ کو مقبول بھی ہوں گی یا نہیں ہم نے سوائے اس کے کسی اور کے سامنے جواب دہ نہیں ہونا اور جس کے سامنے ہم جواب دہ ہیں اس کے متعلق ہم کہہ نہیں سکتے کہ قبولیت کو ہماری نیکیاں پہنچی ہیں یا نہیں پس وہ لوگ نیکیاں تو قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ہر آن اور ہر وقت بجالاتے رہتے ہیں لیکن تمام نیکیاں بجالانے کے بعد بھی ان کے دلوں میں یہ خوف رہتا ہے کہ جس کے سامنے جواب دہ ہیں ہم نا معلوم اس نے ہماری نیکیوں کو قبول بھی کیا ہے یا نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن میں چار باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہیں اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ جن کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی کہ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (اٰل عمران: ۱۳۴)

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہوسکتی ہے وہ جو اپنے ربّ کی خشیت کا احساس نہیں رکھتے وہ جو اپنے ربّ کی آیات عظیمہ (قرآن کریم) پر ایمان نہیں لاتے وہ جن کے دلوں

میں شرک کی باریک معصیت پائی جاتی ہے اور وہ جو جب نیکی کرتے ہیں تکبر سے کام لیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایسے کام کئے ہیں کہ اب ہمارا ربّ مجبور ہے کہ ہماری ان باتوں کو قبول کرے اور ہمیں بہتر جزا دے وہ لوگ مسابقت فی الخیرات اور یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ کے مصداق نہیں ہوا کرتے نہ ان میں مُسَابَقَتْ فِی الْخَیْرَات پائی جاتی ہے نہ وہ جلدی جلدی نیکیوں کی طرف متوجہ ہونے والے اور حرکت کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس واسطے وہ لوگ جو صرف ہمارے دنیوی احسانوں کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انہوں نے سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ پر عمل کیا اور یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَھُمْ لَھَا سٰبِقُوْنَ کے گروہ میں شامل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو انہوں نے حاصل کیا حالانکہ ان کے اندر یہ چار خوبیاں پائی نہیں جاتیں۔ وہ غلطی پر ہیں لَا یَشْعُرُوْنَ مومنون میں روح مسابقت کا پایا جانا ضروری ہے۔ یہ افراد میں بھی ہوتی ہے اور جماعتوں میں بھی اور سب سے زیادہ اس کی طرف مرکز کو متوجہ ہونا چاہئے۔

پس پہلی ذمہ داری ربوہ پر ہے کہ وہ سب سے آگے نکلے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے سننے کے مواقع بھی زیادہ دیئے ہیں اور نیکی بجا لانے کی سہولتیں بھی بہت میسر کی ہیں اور دوسروں کی نسبت دنیوی انعامات بھی ان کے اوپر بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً دنیوی انعامات میں سے ایک مال کا انعام ہے اگر آپ جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک لاکھ سے زائد کی رقم ربوہ کے مستحقین پر ہر سال خرچ کی جاتی ہے اتنی رقم باہر کی جماعتوں پر خرچ نہیں ہوتی مثلاً کراچی میں قریباً ربوہ جتنی آبادی ہے احمدیوں کی کراچی کی آبادی تو زیادہ ہے لیکن جتنی احمدی آبادی ربوہ میں ہے قریباً اتنی ہی آبادی کراچی میں پائی جاتی ہے اور قریباً اتنی ہی آبادی لاہور میں پائی جاتی ہے کم وبیش اتنی آبادی ممکن ہے بعض دوسرے شہروں میں بھی پائی جاتی ہو لیکن ان دو شہروں کے متعلق تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی احمدی آبادی ربوہ کی آبادی کے کم وبیش برابر ہے لیکن وہاں کے ضرورت مند بڑی تکلیف میں بعض دفعہ ہوتے ہیں ایک حد تک جماعتیں ان پر خرچ بھی کرتی ہیں لیکن اتنی رقم (ایک لاکھ سے زائد رقم) وہاں کے ضرورت مند احمدیوں پر خرچ نہیں ہو رہی تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فضل ہے جو بہت سی ذمہ داریاں بھی عاید کرتا ہے لیکن اگر ربوہ کے مکین اپنی ضرورتوں کے وقت جماعت سے یہ تو کہیں کہ وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذّٰریٰت:۲۰) کے ماتحت ہماری ضرورتوں کو پورا کرو لیکن جب انہیں یہ کہا جائے کہ

روح مسابقت دوسروں کی نسبت تم میں زیادہ ہونی چاہئے نیکیوں کی طرف تمہیں زیادہ متوجہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ خلوص کے ساتھ اور زیادہ خشوع کے ساتھ اپنی زندگیاں تمہیں گزارنی چاہئیں دوسری جماعتوں کی نسبت کیونکہ تمہارا ماحول ان کے مقابلہ میں زیادہ پاکیزہ اور نیکیوں کے بجالانے کی یہاں زیادہ سہولت ہے تو تم سستی دکھاؤ تو یہ تو اللہ کو پسند نہیں کہ اس کے دنیوی فضلوں میں تو حصہ لینے کی تم کوشش کرو اور عملاً لو بھی لیکن اس کی راہ میں جب قربانیوں کا وقت آئے تو تم کہو کہ کراچی یہ قربانی دے لاہور یہ قربانی دے یا سیالکوٹ یہ قربانی دے یا پنڈی یہ قربانی دے یا پشاور یہ قربانی دے ہم نہیں دیں گے تو یہ درست نہیں۔ جو اخلاق غرباء سے تعلق رکھتے ہیں وہ نہایت حسین رنگ میں نمایاں طور پر ربوہ کے غریب احمدیوں میں نظر آنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے اموال میں سے تو حصہ لیں لیکن اپنے بچوں کی تربیت ایسے رنگ میں نہ کریں جو انہیں کرنی چاہئے مثلاً ان کے بچے دوسروں کی نسبت زیادہ گندہ دہن ہوں۔ گالیاں ان کی زبان پر ہوں یا توفیق رکھنے کے باوجود اپنے کپڑوں کو زیادہ غلیظ رکھنے والے ہوں یا اپنے ماحول میں گند کو زیادہ پھیلانے والے ہوں تو یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا جب وہ اللہ تعالیٰ کی دنیوی نعمتوں میں حصہ دار خدا کے فضل سے بنائے جاتے ہیں تو جو قربانیوں کا وقت ہے جو ان پر ذمہ داریاں ہیں ربوہ کے شہری کی حیثیت سے یا ربوہ کے شہریوں میں سے غریب طبقہ ہونے کی حیثیت سے (غریب طبقہ جماعت کے اموال میں حصہ دار بنتا ہے اور ہر قسم کا ان کا خیال رکھا جاتا ہے) تو وہ ذمہ داریاں ان کو نباہنی چاہئیں۔ اگر وہ نہیں نباہیں گے تو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد ٹھہریں گے اس سے بہتر ہے کہ پھر وہ ربوہ کو چھوڑ کے کسی اور جگہ چلے جائیں۔

اسی طرح علاج ہے یہاں علاج اتنی آسانی سے میسر آ جاتا ہے اور اتنی مہنگی دوائیں دینے کی اور لینے کی عادت پڑ گئی ہے معالج اور مریض کو کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بھی گناہ کی حد تک پہنچ گئی ہے لیکن ضرورت مند مریض اس کی قدر نہیں کرتے اور بھاگتے ہیں چنیوٹ کی طرف یا لائل پور کی طرف یا لاہور کی طرف یا کسی اور جگہ میں ذاتی طور پر گواہ ہوں اس بات کا کہ ربوہ کے مقابلہ میں کسی اور جگہ اس محبت سے اور اس پیار سے علاج نہیں ہوتا۔ میں ایک مثال دیتا ہوں ہم ایک دن کے لئے لاہور گئے غالباً ۱۹۵۷ء کی بات ہے تو میری ایک بچی پر اپنڈے سائیٹس کا حملہ ہو گیا ایک دن کے لئے ہم گئے تھے شام کو واپس آنا تھا لیکن بڑا شدید دورہ ہوا ہمیں وہاں ٹھہرنا پڑا رات کو ڈاکٹر نے کہا کہ فوراً آپریشن کراؤ ایک واقف

دوست ڈاکٹر تھے انہوں نے خود ہی جا کے رات کے ۹ بجے آپریشن تھیٹر کھلوایا، نرسوں اور کمپونڈروں وغیرہ عملے کو بلایا اور رات کو آپریشن کیا۔ اپنڈیس دکھائی کہ بیمار تھی بڑا اچھا ہوا آپریشن ہو گیا ورنہ زیادہ تکلیف ہو جاتی ہمیں مجبوراً وہاں رہنا پڑا۔ علیحدہ کمرے میں تھی بچی اس کو بیماری کے دوران پیچش کا بڑا سخت حملہ ہوا اور بہت نازک حالت ہوگئی اور ڈاکٹر قریباً ناامید ہو گئے مرض کا پہلے تو پتہ نہیں لگا آخر پتہ لگا کہ پیچش ہے۔ ایمٹین سٹکنین کے ساتھ تجویز ہوئی اب ایسی جگہ بھی جہاں ڈاکٹر واقف اور دوست، نرسوں کو بھی پتہ ہاؤس سرجن کو بھی پتہ کہ ان کے بڑے تعلقات ہیں ڈاکٹر سے۔ ایسا ہوا کہ ایک دن ٹیکا لگاتے ہوئے سٹکنین کی گولی جس کے تیار کرنے پر دومنٹ نرس کو خرچ کرنے پڑتے تھے اس نے اپنے دومنٹ بچانے کے لئے وہ گولی پھینک دی اور خالی ایمٹین کا ٹیکا لگانے لگی جو بعض دفعہ بہت مضر پڑتا ہے اور دل کی پٹھوں پر اس کا بداثر پڑتا ہے میری نظر پڑ گئی میں نے کہا کیا ظلم کر رہی ہو تم! یہ گولی ڈالو!! سخت شرمندہ ہوئی وہ۔ پھر اس نے وہ گولی گرم پانی میں گھول کر اس میں شامل کی۔ پس اس قسم کا تو تعلق ہے ان لوگوں کا مریضوں کے ساتھ!!!!

اور یہاں یہ حالت ہے کہ غریب سے غریب مریض اس دوا کا طالب ہوتا ہے جو سب سے مہنگی ہو جن کی عام لوگ لاہور میں بھی استطاعت نہیں رکھتے کہ اتنی رقم اس دوائی پر خرچ کریں۔ ضرورت کے وقت تو بے شک بہترین دوائی دینی چاہئے لیکن وائٹا منز ہیں مثلاً وہ پانچ روپے کی سو بھی آتی ہیں اور پچاس روپے کی سَو بھی آتی ہیں اور اثر کے لحاظ سے ۱۸۔۲۰ کا فرق ہوگا زیادہ سے زیادہ۔ تو میں نے یہاں دیکھا ہے کہ غریب سے غریب آدمی جو بمشکل اپنا گزارہ کر رہا ہے کیونکہ دوا مفت ملتی ہے اس لئے وہ کہتا ہے کہ مجھے پانچ روپے والی وائٹا منز نہیں چاہئیں مجھے پچاس روپے والی چاہئیں حالانکہ دنیا کے امیر بھی وہی پانچ روپے والی دوا کھا رہے ہیں۔

اتنی سہولتوں کے نتیجہ میں کچھ ذمہ داریاں بھی تو پڑتی ہیں آپ لوگوں پر! اگر آپ دنیوی سہولتیں تو حاصل کر لیں لیکن دینی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ نہ ہوں تو بڑے بدبخت ہیں آپ!! کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیتے ہیں۔

پھر اگر تعلیم کے لحاظ سے دیکھیں تو غریب سے غریب شخص بھی اپنے اس بچے کو پڑھا سکتا ہے جو پڑھنا چاہئے اور ہوشیار ہو''جو پڑھنا چاہے'' میں اس لئے کہتا ہوں کہ بہت سارے بچے دوڑ جاتے ہیں وہ

پڑھنا چاہتے ہی نہیں بعض دفعہ ربوہ سے باہر چلے جاتے ہیں بڑی مصیبت پڑتی ہے ان کے ماں باپ کو لیکن جو بچے پڑھنا چاہیں اور پڑھائی میں اچھے ہوں ان کے لئے فراخ شاہراہ ہے جس پر وہ چلتے چلے جاتے ہیں۔ اس کا سواں حصہ سہولت بھی کسی دوسری جگہ میں نہیں ہے نہ غیروں کو نہ احمدیوں کو۔ ہمارا اپنے کالج کا ایک مالی ہے میں نے اپنی عادت کے مطابق بڑے پیار سے اس کو رکھا عام آدمی مزدور میرے جیسا انسان ہے اس کے دو بچے ترقی کر کے کہیں کے کہیں پہنچ گئے ہیں ایک اس وقت افریقہ میں ہمارے سیکنڈری سکول میں پڑھا رہے ہیں دوسرے یہیں کہیں ملازم ہیں ان کے دل میں تعلیمی میدان میں ترقی کرنے کا شوق تھا یہ بات کہ ان کا باپ ایک غریب آدمی ہے پنیسٹھ روپے تنخواہ لے رہا ہے ان کی پڑھائی کے رستہ میں روک نہیں بنی۔ اسی طرح بیسیوں مثالیں ایسی ہوں گی کہ پچاس روپے ساٹھ روپے سَو روپے تنخواہ لینے والے جو ہیں ان کے بچے بغیر کسی تکلیف کے جوان کے خاندان کو پہنچے آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے اور بڑی ترقی کی۔ اس کے مقابلے میں باہر کی حالت اس سے مختلف ہے۔ میں ایک مثال دے دیتا ہوں کئی لوگ شرح کے ساتھ چندہ نہیں دیتے تھے گنہگار ہوتے تھے میری طبیعت پر اس کا بڑا اثر تھا میں نے یہ اعلان کروایا کہ جن کے حالات تنگ ہوں وہ اجازت لے لیں وصیت تو بہرحال ۱۰؍۱ دینی ہے لیکن جو عام چندہ ہے اس میں حالات کے مطابق کمی وبیشی کی جاسکتی ہے اس واسطے کیوں گنہگار ہوتے ہو مرکز سے اجازت لو کہ ہمارے یہ حالات نہیں ہم اجازت دے دیں گے تو کئی دفعہ ایسے دوستوں کے نام بھی میرے سامنے آتے ہیں اجازت کے لئے پانچ سو روپیہ تنخواہ ہے دو یا تین بچے سکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہے ہیں مصیبت پڑی ہوئی ہے، نصف شرح پر چندہ دینے کی اجازت دے دیں ہمیں اور اس کے مقابلے میں ربوہ کے احمدی بھائی ہیں کہ پانچ سو کے مقابلے میں ساٹھ یا پینسٹھ یا ستر یا پچھتر روپے ان کی تنخواہ ہے لیکن ان کو اتنی سہولتیں حاصل ہیں کہ کبھی ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ یہ درخواست دیں کہ ہمیں نصف شرح پر چندہ دینے کی اجازت دی جائے۔

پس بڑی ہی سہولتیں ربوہ میں میسر ہیں دوسرے مقامات پر بھی احمدیوں پر اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل اور انعام ہیں لیکن ربوہ کے غرباء پر تو بہت انعام ہو رہے ہیں اور ان کو بڑی مدد مل رہی ہے خیال آتا ہے کہ کہیں یہ آیت اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ (المومنون: ۵۶) ہمارے متعلق ہی تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے دنیاوی فضل ہم پر ہو رہے ہیں لیکن

ہم اپنی غفلت کی وجہ سے ان ذمہ داریوں کی طرف متوجہ نہیں جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کے یہ فضل انسان کے کندھوں پر ڈالتے ہیں۔

اس لئے آج میں چاہتا ہوں کہ اہل ربوہ کو اپنا پہلا مخاطب بناؤں (ویسے تو سارے احمدی ہی میرے مخاطب ہیں) اور ان کو اس طرف متوجہ کروں کہ دوسروں کی نسبت آپ پر زیادہ ذمہ داری ہے دوسروں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے دنیوی سہولتیں آپ کو زیادہ دی ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ نیکیوں میں آپ آگے بڑھیں لیکن آپ تو بہتوں سے پیچھے رہ رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ربوہ کو بڑی قربانیاں دینے کی توفیق دی ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جہاں اکثریت مالی قربانیوں میں آگے ہی آگے بڑھنے والی ہے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی آمد کی صحیح تشخیص نہیں کرتے اور خصوصاً دکاندار ربوہ کے ماحول میں مہنگی اشیاء بیچتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں لیکن اپنے ربّ کی راہ میں زیادہ اموال خرچ کرنے کی طرف وہ متوجہ نہیں ہوتے اگر وہ خدا کی راہ میں، خدا کے لئے غلبہ اسلام کی خاطر ان اموال کا ایک بڑا حصہ خرچ کر دیتے تو ان کی بہت سی کمزوریاں بھی وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ کے ماتحت خدا تعالیٰ کی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ دی جاتیں لیکن وہ اس طرف متوجہ نہیں۔

بچوں کی تربیت کی طرف بعض باپ اور مائیں متوجہ نہیں بہت سی رپورٹیں آتی ہیں کہ راستوں پر بچے گالیاں دیتے سنے گئے احمدی بچہ، ربوہ کے ماحول میں تربیت یافتہ، اگر گلیوں میں گالیاں دیتا ہے تو اس کے ماں باپ کو یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے ماؤں کو خصوصیت کے ساتھ میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ بعض کمزوریاں ان میں ایسی ہیں کہ ان کو مردوں کی نسبت زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت ہے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو مال دیتا اور اولاد دیتا ہے اور ہزار قسم کی سہولتیں آپ کے لئے پیدا کرتا ہے تو ہزار قسم کی ذمہ داریاں بھی آپ پر عاید کرتا ہے۔ محض ربوہ کی رہائش محض جماعت احمدیہ کا رُکن ہونا کافی نہیں ہے۔

پھر میں ربوہ میں جو ہمارے کارکن ہیں ان کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کچھ ہیں (بہت سے ہیں جو بڑی دیانتداری کے ساتھ، بڑے خلوص کے ساتھ دفتر کے جو اوقات ہیں ان سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں دین کے کاموں کے لئے لیکن کچھ ایسے بھی تو ہیں) جو پورا وقت نہیں دیتے ان کو یہ سوچ کر شرم آنی چاہئے کہ انہوں نے دوسروں کے لئے ایک نمونہ بننا تھا اس مسابقت کے میدان میں لیکن ان سے زیادہ وقت دیتے ہیں کراچی کے بعض احمدی جو دفاتر وغیرہ میں سات آٹھ گھنٹے لگانے

کے بعد چھ سات گھنٹے جماعت احمدیہ کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں اور ہمارے بعض کلرک ربوہ میں رہتے ہوئے گزارہ لے کے چھ گھنٹے کام نہیں کرتے اور ان کا بھائی کراچی میں جن سے گزارہ لیتا ہے ان کا آٹھ گھنٹے کام کرتا ہے اور جس ربّ کریم کے پیار میں وہ اپنی زندگی گزار رہا ہے اس کے لئے اس کے علاوہ چھ سات گھنٹے وہ کام کرتا ہے ہمارے اس کلرک سے زیادہ وقت دے رہا ہے ایسا ایک کلرک بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کوئی ناظر اور اگر وکیل ہو تو اس کو بھی برداشت نہیں کرنا چاہئے جماعت کو دنیا کے سامنے بعض دفعہ بڑے فخر سے تم بیان کرتے ہو کہ ہم خدا کی خاطر خدا کے اس شہر میں مقیم ہیں لیکن خدا کے فرشتے جب تمہاری کارروائی لے کر تمہارے ربّ کے حضور پہنچتے ہیں تو تمہارے کھاتے میں دین کے لئے خرچ ہونے والا اتنا وقت بھی درج نہیں ہوتا جتنا وقت ایک رضا کار کراچی میں خدا کے دین پر خرچ کر رہا ہے ڈوب مرنے کا مقام ہے، فخر سے گردن اونچا کرنے کا مقام نہیں !!!

بعض نوجوان ایسے بھی ہیں (چند ایک ہی سہی مگر ہیں تو) جو قصداً اور عمداً مسجدوں میں نماز کے لئے نہیں آتے اگر کوئی سستی کے نتیجہ میں نہیں آتا اگر کوئی غفلت کے نتیجہ میں نہیں آتا اگر کوئی مسجد میں اس لئے نہیں آتا کہ اس کی ماں بیوقوف ہے نماز کے وقت وہ سویا ہوا تھا اور اس نے اسے جگایا نہیں تو وہ اور بات ہے لیکن وہ نوجوان جو عمداً نماز کو چھوڑتا ہے وہ ربوہ میں کیا کر رہا ہے؟ اور آپ کیوں اس کو برداشت کر رہے ہیں؟ اسی طرح دوسری نیکیاں ہیں ایک نیکی ربوہ سے تعلق رکھنے والی خاص طور پر یہ ہے کہ یہاں کسی قسم کی لڑائی اور جھگڑا نہ ہو احمدیوں میں کہیں بھی نہیں ہونا چاہئے مسلمانوں میں کہیں بھی نہیں ہونا چاہئے انسانوں میں یہ کہیں بھی نہیں ہونا چاہئے لیکن وہ تو علیحدہ بات ہے خاص طور پر ربوہ میں کوئی لڑائی اور جھگڑا اور گالی گلوچ نہیں ہونا چاہئے اگر گول بازار یا غلہ منڈی یا کسی اور بازار میں یہاں لڑائی ہوتی ہے تو سارا ربوہ خاموش کیوں رہتا ہے؟ کیا بھڑوں جیسی غیرت بھی تمہارے اندر نہیں ہے! کہ جب بھڑ کے چھتہ کے قریب سوٹی کریں تو ساری بھڑیں اس چھتہ کی بڑے غیض اور بڑے غصہ کا اظہار کرتی ہیں اور ایک آواز پیدا ہوتی ہے ان کی غصہ سے۔ تو جتنی غیرت بھڑوں کے چھتہ میں ہے کیا اتنی غیرت بھی اہل ربوہ میں باقی نہیں رہی؟ یہ امن کا ماحول تھا اور امن کا ماحول قائم رکھنا چاہئے میرے پاس رپورٹ کیوں آئے؟ مجھے کسی قسم کا اقدام کرنے کی ضرورت کیوں پیش ہو؟ اگر سب لوگوں کو یہ پتہ ہو کہ ربوہ ان چیزوں کو برداشت نہیں کرتا ربوہ میں برسرِ عام سگریٹ نہیں پیا جا سکتا ربوہ کے بازاروں میں گالی نہیں دی جا سکتی

ربوہ کے بازاروں میں لڑائی جھگڑا نہیں کیا جا سکتا ربوہ کے مکانوں میں نمازوں کے اوقات میں مسجدوں کو معمور کرنے کی بجائے ٹھہرا نہیں جا سکتا تو پھر ہمارا ماحول جنت کا ماحول ہو جائے اور جنت ہی پیدا کرنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

پس اے میرے عزیز ربوہ کے مکینو! اپنے سستوں کو چست کرو اور کمزوروں کو مضبوط بناؤ اور غافلوں کو بیدار کرو کیونکہ اس قسم کی کمزوریاں ربوہ میں برداشت نہیں کی جا سکتیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ چار صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۹؍ مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۲ تا ۶)

☆......☆......☆